اثرِ نگارش
اہلِ قلم کی ایک جماعت
زیرِ نظر
استاد محقق آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی
تفسیر نمونہ
ترجمہ
حضرت مولانا سید صفدر حسین نجفی
مصباح القرآن ٹرسٹ

اثرِ نگارش

اہلِ قلم کی ایک جماعت

زیرِ نظر

اُستاد محقق آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی

تفسیرِ نمونہ

جلد ۱۴

ترجمہ

حضرت مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

مصباح القرآن ٹرسٹ

پیشکش: حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر لاہور

نام کتاب ـــــ تفسیر نمونہ

جلد ـــــ ۱۴

زیر نظر ـــــ آیت اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی

مترجم ـــــ حضرت مولانا سید صفدر حسین نجفی

ناشر ـــــ مصباح القرآن ٹرسٹ ۔ ۱۰ گنگا رام بلڈنگ
شاہراہ قائداعظم لاہور

مطبع ـــــ معراج دین پرنٹرز، لاہور

تاریخ اشاعت ـــــ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

ہدیہ ـــــ

ملنے کا پتہ:

قرآن سنٹر

۲۴، الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور

فون: ۷۳۱۴۳۱۱

یہ تفسیر

حسبِ ذیل علماء و مجتہدین کی باہمی کاوشِ قلم کا نتیجہ ہے

- حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے محمد رضا آشتیانی
- حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے محمد جعفر امامی
- حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے داؤد الہامی
- حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے اسد اللہ ایمانی
- حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے عبد الرسول حسنی
- حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے سید حسن شجاعی
- حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے سید نور اللہ طباطبائی
- حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے محمود عبد اللہی
- حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے محسن قرائتی
- حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے محمد محمدی

سورۃ عبس

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوا

اس میں ۴۲ آیتیں ہیں

سورۂ عبس کے مضامین

سورہ عبس مختصر ہونے کے باوجود مختلف اور اہم مسائل پر بحث کرتی ہے اور مسئلہ معاد کو خاص اہمیت دیتی ہے۔ اس کے مضامین کا پانچ موضوعات کے ماتحت خلاصہ کیا جا سکتا ہے:

۱۔ خدا کا شدید عتاب اس شخص پر جس نے ایک حقیقت کے متلاشی نابینا سے مناسب رویہ اختیار نہیں کیا۔

۲۔ قرآن مجید کی قدر و قیمت اور اہمیت۔

۳۔ خدا کی نعمتوں کے سلسلہ میں انسان کی ناشکر گزاری۔

۴۔ انسان اور حیوانات کی غذا کے سلسلہ میں انسان کے احساس شکرگزاری کو بیدار کرنے کے لیے خدا کی نعمتوں کے ایک حصّہ کا بیان۔

۵۔ حوادث قیامت کے کچھ لرزہ براندام کر دینے والے حصوں کی طرف اشارہ اور اس عظیم دن مومنین و کفار کا احوال۔

اس سورہ کا نام اس کی مناسبت سے

اس سورہ کی تلاوت کی فضیلت

ایک حدیث میں پیغمبر اسلامؐ سے منقول ہے: من قرأ سورة عبس جاء یوم القیامة و وجهه ضاحك مستبشر: جو شخص سورہ عبس کی تلاوت کرے وہ بروزِ محشر اس حالت میں وارد ہوگا کہ اس کا چہرہ خنداں اور وہ شخص ہشاش بشاش ہوگا[1]

---

[1] تفسیر مجمع البیان، جلد ۱۰ ص ۴۳۵۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ

(۲) اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۭ

(۳) وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۙ

(۴) اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۭ

(۵) اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ

(۶) فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۭ

(۷) وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۭ

(۸) وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ

(۹) وَهُوَ يَخْشٰى ۙ

(۱۰) فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ

ترجمہ

اس خدا کے نام سے جو مہربان اور بخشنے والا ہے۔

(۱) چیں بہ جبیں ہوا اور منہ پھیر لیا۔

(۲) اس وجہ سے کہ نابینا اس کے پاس آیا تھا۔

(۳) تو کیا جانتا ہے شاید وہ پاکیزگی اور تقویٰ اختیار کرے؟

(۴) یا متذکر ہو اور یہ تذکر اس کے لیے مفید ہو۔

(۵) لیکن وہ شخص جو مستغنی ہے۔

⑥ تو اس کی طرف رخ کرتا ہے۔

⑦ حالانکہ وہ اگر اپنے آپ کو پاک نہ کرے تو تیری کوئی ذمہ داری نہیں۔

⑧ لیکن جو تیرے پاس آیا ہے اور کوشش کرتا ہے۔

⑨ اور خدا سے ڈرتا ہے۔

⑩ تو اس سے غافل ہوتا ہے۔

شانِ نزول

یہ آیات اجمالی طور پر بتاتی ہیں کہ ان میں خدا نے کسی کو سرزنش کی ہے اور اس پر عتاب کیا ہے اس لیے کہ اس نے ایک یا کئی غنی افراد کو حق طلب نابینا پر ترجیح دی ہے۔

باقی رہا یہ کہ موردِ عتاب و سرزنش کون شخص ہے اس میں اختلاف ہے۔ عام اور خاص دونوں طرح کے مفسرین کے درمیان یہ مشہور ہے کہ قریش کے سرداروں کا ایک گروہ جن میں عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل، عباس ابن عبدالمطلب وغیرہ اور ان کے علاوہ کچھ اور لوگ خدمت پیغمبر میں حاضر تھے اور پیغمبر انہیں دعوت اسلام دینے میں مصروف تھے اور اس بات کی امید کر رہے تھے کہ یہ باتیں ان کے دلوں پر اثرانداز ہوں گی (یقینی بات تھی کہ اگر اس قسم کے افراد اسلام قبول کر لیتے تو دوسری قسم کے لوگوں کو بھی اسلام کی طرف کھینچ لاتے اور ان کی مخالفانہ کاروائیاں بھی ختم ہو جاتیں لہٰذا دونوں حیثیتوں سے یہ صورت حال اسلام کے لیے مفید تھی)۔

اس دوران میں عبداللہ ابن مکتوم جو نابینا اور مفلس تھے مجلس میں وارد ہوئے اور انہوں نے پیغمبرؐ سے استدعا کی کہ وہ کچھ آیتیں قرآن کی انہیں سنائیں اور انہیں ان کی تعلیم دیں۔ وہ اس بات پر مسلسل اصرار کیے جا رہے تھے اور خاموش نہیں ہو رہے تھے اس لیے کہ انہیں صحیح طور پر معلوم ہی نہیں تھا کہ پیغمبرِ اسلامؐ کن لوگوں سے مصروفِ گفتگو ہیں۔

انہوں نے کلامِ پیغمبرؐ کو اس قدر قطع کیا کہ پیغمبرِ اسلامؐ کے چہرہ اقدس پر ناگواری کے آثار ظاہر ہو گئے۔ آپؐ نے اپنے دل میں کہا کہ یہ عرب کے سردار کیا سوچیں گے کہ محمدؐ کے پیروکار نابینا اور غلام ہیں لہٰذا آپؐ نے عبداللہ کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا اور گروہِ قریش کے ساتھ اپنی بات جاری رکھی تو اس موقع پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں۔ (اور اس سلسلہ میں پیغمبرؐ کو موردِ عتاب قرار دیا)۔

رسولِ کریمؐ اس واقعہ کے بعد عبداللہ کا ہمیشہ احترام کرتے اور جس وقت ان کو دیکھتے تو فرماتے: (مرحبا

بمن عاتبنی فیہ ربی) "مرحبا اے وہ شخص جس کی وجہ سے میرے پروردگار نے مجھے موردِ عتاب قرار دیا" اس کے بعد ان سے کہتے "کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے جسے میں بہم پہنچاؤں" اور پیغمبرِ اسلامؐ نے ان کو دو مرتبہ غزواتِ اسلامی کے سلسلہ میں مدینہ میں اپنا جانشین قرار دیا۔[1]

دوسری شانِ نزول

جو کچھ مندرجہ آیات کے سلسلہ میں نقل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیات بنی امیہ میں سے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئیں جو پیغمبرؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عبداللہ ابن مکتوم وارد ہوئے۔ جب اُس کی نگاہ عبداللہ پر پڑی تو اس نے اپنا دامن سمیٹا اس خیال سے کہ وہ کہیں میلا نہ ہو اور اپنے چہرے پر ناگوار اثرات ظاہر کیے اور منہ پھیر لیا تو خدا نے مندرجہ بالا آیات میں اس کے عمل کو نقل کرکے اسے موردِ عتاب قرار دیا۔ یہ شانِ نزول ایک حدیث میں امام جعفرؑ سے منقول ہے۔[2]

محقق بزرگ شیعہ مرحوم سیّد مرتضےٰ نے اسی شانِ نزول کو قبول کیا ہے۔ البتہ آیت میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جو صراحت کے ساتھ دلالت کرے کہ اس سے مراد خود پیغمبرؐ ہیں جو چیز اس امر پر قرینہ بن سکتی ہے وہ صرف باتیں ہیں جو آیت ۸ سے لے کر آیت ۱۰ تک کہی گئی ہیں۔ مثلاً "جو شخص خدا کی آیتوں کو سننے کے لیے تیزی سے تیرے پیچھے آتا ہے اور خدا سے ڈرتا ہے تو اس سے غافل ہوتا ہے" یہ ایسی چیز ہے جو ہر شخص سے زیادہ پیغمبرؐ پر صادق آتی ہے لیکن مرحوم سیّد مرتضےٰ کے بقول ان آیات میں کئی قرائن بتاتے ہیں کہ اس سے مراد پیغمبرؐ نہیں ہیں۔

پھر یہ کہ عبوس "ترشروئی اختیار کرنا" صفاتِ انبیاء میں سے نہیں ہے خصوصاً پیغمبرِ اسلامؐ کہ آپؐ تو اپنے دشمنوں سے بھی کشادہ روئی سے بات کرتے تھے چہ جائیکہ ایک ایسے مومن سے ترشروئی اختیار کریں جو حقیقت کی تلاش میں رہتا ہو۔

دوسرے یہ کہ اغنیاء کی طرف متوجہ ہونا اور حق طلب مفلس سے غافل ہونا آنحضرتؐ کے ان اخلاق کے ساتھ جن کی طرف سورہ (قلم) کی آیت ۴ میں اشارہ ہوا ہے (وانک لعلٰی خلق عظیم) "تو عظیم اخلاق پر فائز ہے" ہرگز مطابقت نہیں رکھتا خصوصاً جبکہ مشہور یہ ہے کہ سورہ (قلم) سورہ عبس سے پہلے نازل ہوا۔[3]

---

[1] مجمع البیان جلد ۱۰ ص ۴۳۷۔

[2] ایضاً " " " "۔

[3] ایضاً " " " " "۔

تفسیر

حق طلب نابینا سے بے اعتنائی برتنے پر شدید عتاب

جو کچھ شانِ نزول میں بیان کیا گیا ہے اس کی طرف توجہ کرتے ہوتے اب ہم اس کی تفسیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پہلے فرماتا ہے۔

"اس نے ترشروئی اختیار کی اور منہ پھیرا" (عبس و تولّٰی)۔ "اس وجہ سے کہ نابینا اس کے پاس آیا تھا" (ان جاءہ الاعمٰی)۔ "تو کیا جانتا ہے شاید وہ ایمان، پاکیزگی اور تقویٰ کی جستجو میں ہو" (وما یدریک لعلہ یزکّٰی)۔ "یا حق کی باتیں سننے سے ذکر یافتہ ہو جاتے اور یہ تذکر اس کے لیے مفید ہو" (او یذکر فتنفعہ الذکرٰی)۔ اور اگر سو فیصد پاک نہ بھی ہو اور تقویٰ اختیار نہ کرے تو اس ذکر سے کم از کم نصیحت حاصل کرے اور بیدار ہو اور یہ بیداری اجمالی طور پر اس پر اثر انداز ہو[1]

اس کے بعد اس عتاب کو جاری رکھتے ہوتے مزید کہتا ہے: "باقی رہا وہ جو اپنے آپ کو غنی اور بے نیاز سمجھتا ہے" (اما من استغنٰی)۔ "تو اس کی طرف رُخ کرتا ہے اور توجہ کرتا ہے"[2] (فانت لہ تصدّٰی)۔ اور اس کی ہدایت پر اصرار کرتا ہے حالانکہ وہ مغرور ثروت و خود خواہی میں مبتلا ہے۔ وہ غرور جو طغیان و سرکشی کا منشا ہے جیسا کہ سورہ علق کی آیت ۶، ۷ میں آیا ہے (ان الانسان لیطغٰی ان رّاٰہ استغنٰی) انسان طغیان و سرکشی کرتا ہے اس بنا پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے۔

حالانکہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار نہ کرے اور ایمان نہ لائے تو تیری کوئی ذمہ داری نہیں۔ (وما علیک الّا یزکّٰی)۔ تیری ذمہ داری صرف تبلیغ رسالت ہے (خواہ اناں پندگیرند یا ملال) چاہے وہ نصیحت حاصل کریں چاہے انہیں ملال ہو۔ اس لیے ہر قسم کے افراد کے واسطے حق طلب نابینا سے لاپرواہی نہیں برتنی چاہیے اور اسے آزردہ نہیں کرنا چاہیے خواہ تیرا مقصد یہ بھی ہو کہ یہ اکڑنے والے لوگ ہدایت حاصل کرلیں۔ تاکید و

---

[1] اس وجہ سے اس آیت میں اور گزشتہ آیت میں فرق یہ ہے کہ وہاں گفتگو کامل پاکیزگی اور تقویٰ کے بارے میں ہے اور یہاں تذکر کی اجمالی تاثیر کے بارے میں بات ہو رہی ہے چاہے کامل تقویٰ کے مقام تک نہ پہنچے۔ نتیجۃً وہ حق طلب نابینا تذکر سے فائدہ اٹھائے گا چاہے مکمل فائدہ ہو چاہے مختصر۔ بعض مفسرین سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی آیت گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے اور دوسری کسبِ اطاعات و پیروی فرمانِ خدا کی طرف لیکن پہلی تفسیر زیادہ مناسب نظر آتی ہے۔

[2] راغب مفردات میں کہتا ہے غنی، استغنٰی و تغنّی اور تغانی کے ایک ہی معنی ہیں پھر اس کے بقول تصدی، صدی (بروزن فتی) اصل میں اس آواز کے معنی میں ہے جو پہاڑ سے ٹکرا کر واپس آتی ہے اس کے بعد لفظ تصدی کسی چیز کے روبرو قرار پانے کے معنی میں ہے اور مکمل طور پر اس کی طرف توجہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

عتاب کو نئے سرے سے شروع کرتا ہے اور خطاب کی صورت میں فرماتا ہے:

۔ باقی رہا وہ شخص جو تیرے پاس آتا ہے اور ہدایت و پاکیزگی کے لیے کوشش کرتا ہے "واما من جاءك یسعٰی"۔ "اور خدا سے ڈرتا ہے" (وھو یخشٰی) [1]

اسی خوفِ خدا نے اسے تیرے پیچھے بھیجا ہے تاکہ وہ زیادہ حقائق سنے اور ان پر کاربند ہو اور اپنے آپ کو پاک و پاکیزہ کرے "تو اس سے غفلت کرتا ہے اور دوسروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے" (فانت عنه تلھّٰی) [2]

"انت" تو کی تعبیر حقیقت میں اس طرف اشارہ ہے کہ تجھ جیسے انسان کے لیے یہ سزاوار نہیں ہے کہ اس قسم کے حق طلب انسان سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل ہو اور دوسرے کی طرف متوجہ ہو اور تیرے دوسروں کی طرف متوجہ ہونے کا مقصد بھی یہ ہو کہ ان کو ہدایت حاصل ہو۔ اس لیے ترجیح اس کمزور اور پاک دل گروہ ہی کو ہے۔

بہرحال یہ عتاب و خطاب اس اہم حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ اسلام اور قرآن راہِ حق کو طے کرنے والے کمزور افراد کے لیے خاص قسم کی اہمیت و احترام کا قائل ہے اور اس کے برعکس حالت پر تیز اور سخت تنقید کرتا ہے ان لوگوں کے مقابلہ میں جو نعمتِ الٰہی کی فراوانی کی وجہ سے مغرور ہو گئے ہیں، یہاں تک کہ خدا راضی نہیں ہوتا کہ تو ان کی طرف متوجہ ہونے کے لیے اس حق طلب کمزور طبقہ میں کم سے کم رنجش بھی پیدا کرے۔

اس کی وجہ اس لیے بھی واضح ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ اسلام کے مخلص سہارا بننے والے، مشکلات کے وقت دین کے عظیم پیشواؤں کی آواز پر لبیک کہنے والے، میدانِ جنگ میں قربانی پیش کرنے والے اور شہید ہونے والے تھے۔ جیسا کہ امیرالمومنین حضرت علیؑ اپنے مشہور مالک اشتر والے فرمان میں فرماتے ہیں: وانما عماد الدین و جماع المسلمین والعدة للاعداء العامة من الامة فلیکن صغوك لھم و میلك معھم۔ دین کا ستون اور مسلمانوں کے اجتماع کا سرمایہ اور دشمنوں کے مقابلہ میں قوت و طاقت کا ذخیرہ امت کے صرف عامۃ الناس ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ان کی بات کان دھر کے سننا اور ان کی طرف اپنی خاص توجہ رکھنا چاہیئے [3]

---

[1] اس میں شک نہیں کہ یہاں خشیت سے مراد خوف خدا ہے ایسا خوف جو انسان کو زیادہ سے زیادہ تحقیق پر آمادہ کرتا ہے اس کے مشابہ جو متکلمین نے دفع ضرر محتمل کا استشہاد کرتے ہوئے وجوب معرفت خدا کے سلسلہ میں کہا ہے اور یہ جو فخر رازی نے احتمال پیش کیا ہے کہ مراد کفار کا خوف ہے یا نابینا ہونے کی وجہ سے گر پڑنے کا خوف مقصود ہے بہت بعید ہے۔

[2] "تلھّٰی" لھو کے مادہ سے سرگرم کر دینے والے کام کے معنی میں ہے اور یہاں اس سے غفلت برتنے اور دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کے معنی میں ہے اور حقیقت میں تصدی کا نقطہ مقابل ہے۔

[3] نہج البلاغہ جز خطوط خط ۵۳۔